جدید معاشرتی اصلاحات قرآن کریم کی روشنی میں

Modern Social Reforms in the light of Qur’an

☆سبز علی خان

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

☆☆ڈاکٹر عبد القدوس

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

Abstract:

Islam is a natural religion. The Creator and Sustainer of the worlds is well aware of the “nature” of each of His creations. While making man a vice-regent on earth, He provided him with knowledge of the principles of life and living. Man learns speech, manners and philosophy in his society. Society gives protection to his life and property. To make the society free of evils and vices social reform is necessary. Social reform cannot be made by legislation, force or imposition. It can be made only through Islamic teachings and by effective public education.

Allah almighty has sent Prophets and Messengers to lead the people of His straight path. The range of His straight path (Islam) and social reform is very vast. It’s from faith to character – building, in every aspect of life. The most effective way of social reform is Qura’n. In this paper, a detail note will be presented with given Qura’nic verses.

Keywords: Modern social reforms, Qura’n, Society, Mankind, Rights.

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو کاملیت و جامعیت کے اعلیٰ درجہ پر قائم ہے۔ اس میں صرف چند عقائد یا عبادات کا تذکرہ نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ کا انتہائی بلیغ انداز میں احاطہ کیا گیا ہے۔ عقائد ہو یا عبادات، معاملات ہو یا اخلاقیات، زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے متعلق قرآن مجید نے بنیادی اصول متعین نہ کئے ہو۔ انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر اس کی اجتماعی زندگی[خاندان

]تک کے ہر پہلو کے لئے واضح تعلیمات اور ہدایات موجود ہیں۔ انسان اپنی اجتماعی زندگی کی ترتیب، تہذیب وتمدن اور ثقافت کے لئے جو ادارے قائم کرتا ہے ان سب کی بنیاد و ابتداء معاشرہ سے کرتا ہے کیونکہ فرد، معاشرے کی اکائی تصور کیا جاتا ہے اور انسان مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے اور اکیلے انسان کی زندگی ادھوری ہے۔ اس کی زندگی کی بہت سی ضروریات ایک دوسرے کے ساتھ ایسی جڑی ہوئی ہیں، جن کی تکمیل اکیلا انسان نہیں کر سکتا بلکہ دوسروں کی مدد اور حمایت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی مدد وحمایت اور احتیاج کی وجہ سے انسان معاشرہ میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ کئی مضبوط رشتوں میں باندھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ میں وہ کسی کا باپ ہوتا ہے تو کوئی اس کا باپ۔ کوئی اس کا رشتہ دار ہوتا ہے تو کوئی اور اس کا۔ کوئی اس سے چھوٹا ہوتا ہے تو کوئی اس سے بڑا۔ دینِ اسلام میں ذات اور حیثیت کے اختلاف کے اعتبار سے ہر کسی کے حقوق وذمہ داریوں کا تعین انتہائی احسن طریقے سے کیا گیا ہے۔ والدین کے حقوق، بچوں کے فرائض، جبکہ بچوں کے حقوق، والدین کے فرائض قرار دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح میاں کے حقوق ،بیوی کے فرائض جبکہ بیوی کے فرائض، میاں کے حقوق ٹھہرائے ہیں۔ بڑوں کے لئے چھوٹوں سے برتاؤ کے اصول اور چھوٹوں کے لئے بڑوں کے آداب کے طریقے بھی متعین کئے ہیں۔ اگر ان تعلیمات پر عمل کرکے ہر کوئی دوسرے کے حقوق ذمہ داری سے ادا کرے تو دوسروں کے لئے حقوق طلبی کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہے گی اور معاشرہ جنت کا نمونہ بن جائے گا۔

زیرِ نظر مضمون میں جن اصولوں کی بنا پر ایک پر امن اور کامیاب معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو کہ کسی بھی فلاحی معاشرے کے بنیادی اوصاف اور خوبیاں ہونی چاہئیں۔ اور معاشرہ میں مروجہ جن اصول و آداب کی اصلاح کی ضرورت ہے، کی قرآن کریم کی تعلیمات اور ہدایات پر واضح روشنی ڈالی گئی ہے۔

قرآن مجید بنیادی طور پر دو قسم کے حقوق کا تذکرہ کرتا ہے: ایک حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، صرف اسی کی عبادت کرنا اور اس کے اوامر ونواہی کا اہتمام کرنا جبکہ حقوق العباد میں دوسرے تمام انسانوں کی بھلائی چاہنا، اُن کے آرام وراحت کا سبب بننا اور ہر قسم کی شرور اور نقصانات سے اُن کی حفاظت کرنا داخل ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں انسانیت کی فلاح و بھلائی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں سینکڑوں مقامات پر بندوں کے حقوق انتہائی بلیغ انداز میں بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ (1)

ترجمہ: "اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمھارے مالکانہ قبضے میں ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔"

مذکورہ آیتِ کریمہ میں انتہائی جامعیت کے ساتھ مختلف طبقوں کے حقوق کی تعیین اور حسنِ سلوک کی ترغیب دی گئی ہے۔ والدین سے لے کر غلاموں تک اور قریبی رشتہ داروں سے لے کر راہ گیر مسافر تک کے حقوق متعین کئے گئے ہیں۔ اسی طرح احادیثِ نبوی ﷺ میں بھی معاشرتی حقوق بڑے اہتمام سے بیان کئے گئے ہیں۔ دینِ اسلام کو خیر خواہی کا دین قرار دیا گیا ہے چنانچہ ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

«عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ» (2)

ترجمہ: تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا کس کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لئے، رسول کے لئے، مسلمان ائمہ کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

مذکورہ حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام ہر کسی کے لئے بھلائی اور احسان کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان، اچھے اوصاف سے متصف کرنا، عیوب سے مبرا کرنا، اوامر پر عمل کرنا، نواہی سے اجتناب کرنا، اس کے اطاعت کرنے والوں سے محبت کرنا اور نافرمانی کرنے والوں سے نفرت کرنا، منکرین سے جہاد کرنا، نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور تمام اعمال میں اخلاص پیدا کرنا ہے۔ درحقیقت ان سب امور میں بندے کی اپنی خیر خواہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے خیر خواہی کا محتاج نہیں۔ کتاب اللہ کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کتاب سمجھا جائے۔ اس کے اعجاز و عظمت کو تسلیم کیا جائے۔ اس کی تلاوت کی جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ اسی طرح رسول کی خیر خواہی سے مراد آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان، آپ ﷺ کی اوامر و نواہی کا لحاظ، آپ ﷺ کی محبت کا قول و عمل سے اظہار، متبعین کی نصرت اور مخالفین کی عداوت ہے۔ مسلمان ائمہ کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق میں ان کی نصرت و اتباع کیا جائے۔ عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے مراد ان کی دنیوی و اخروی فلاحی امور میں راہنمائی اوور معاونت ہے، اور ہر قسم کے مضر اشیاء سے ان کی حفاظت ہے۔

{ا} والدین سے حسنِ سلوک

حقوق العباد میں سب سے پہلا درجہ والدین کے حقوق کو حاصل ہے۔ دنیا میں انسان کا تعلق سب سے پہلے والدین سے ہوتا ہے اور سب سے بڑے محسن بھی والدین ہی ہوتے ہیں، اسی لئے شریعتِ اسلامیہ میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی انتہائی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں شرک سے روکنے اور والدین سے حسنِ سلوک کرنے کی یکجا تعلیم دی گئی ہے۔یعنی جتنا شرک سے بچنا ضروری ہے اتنا ہی والدین سے اچھا سلوک کرنا ضروری ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ (3)

ترجمہ:"اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو اور تم (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں سو ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔"

مذکورہ آیت کریمہ میں خاص نکتے کی بات یہ ہے کہ شرک کی نفی کی گئی ہے اور اس کے ساتھ مناسب کلام یہ بنتا ہے کہ والدین کو تکلیف دینے کی ممانعت کی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے کلام کی ترتیب بدل کر والدین کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کا حکم دیا۔یعنی صرف تکلیف نہ دینے سے حق پورا نہیں ہوتا بلکہ اچھا سلوک کرنا اور ان کے ساتھ احسانات کرنا بھی ایسا ہی ضروری ہے جس طرح شرک سے بچنا ضروری ہے۔ الغرض والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی انتہائی تاکید کی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بہت سی مقامات پر والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ (4)

ترجمہ:" اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میرے اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

مذکورہ آیاتِ کریمہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ قرآن مجید والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا انتہائی تاکیدی حکم فرماتا ہے ۔اور صرف یہ نہیں کہ ان کو تکلیف دینا حرام ہے بلکہ ان کے ساتھ احسانات کرنا واجب ہے۔

{۲} میاں بیوی کے حقوق

قرآن مجید، میاں بیوی میں سے ہر ایک پر کچھ ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ میاں کے حقوق بیوی کے فرائض جبکہ بیوی کے حقوق میاں کے فرائض کے طور پر متعارف کرائے گئے ہیں۔ ان باہمی حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (5)

ترجمہ: "اور عورتوں کے لیے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ (شرعی) کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست (حاکم) ہیں حکیم ہیں۔"

اسی طرح شوہروں کو بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کا ایک جگہ حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (6)

ترجمہ: "اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔"

اس کے برعکس عورتوں کو بھی شوہروں کے حقوق ادا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ﴾ (7)

ترجمہ: "سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں۔"

مذکورہ آیاتِ کریمہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ قرآن مجید نے میاں بیوی کے باہمی حقوق بڑے اہتمام سے بیان کئے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ میاں بیوی صرف دو افراد کا نام نہیں بلکہ ایک خاندان کا نام ہے جو کہ معاشرے کی بنیادی اکائی ہوتی ہے۔ اگر گھر کے اندر ماحول خوش گوار ہو تو اس کا اثر ضرور معاشرے پر پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اگر میاں بیوی کے حالات بگڑ جائے تو یہ صرف ان دونوں تک محدود نہیں رہتی بلکہ ان کے اولاد اور ان کے پورے خاندان کو متاثر کرتی ہے۔ کبھی کبھار ان ہی ناسازگاریوں کے نتیجے میں دو خاندانوں کے درمیان آگ بھڑک اُٹھتی ہے، جو بڑی تباہی کا باعث ہو جاتی ہے۔ الغرض قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے گھریلو حالات خوش گوار بن جاتے ہیں اور پورے معاشرہ پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں۔

صلح کا حکم

کبھی کبھار معاشرہ کے اندر مختلف افراد کے درمیان اختلافات پیدا ہو جاتت ہیں، جو کہ معاشرتی حسن کو بگاڑ دیتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حتی الوسع ان دونوں کے درمیان اختلافات ختم کرنے میں اہم کردار ادا کریں، خواہ یہ اختلافات میاں بیوی کے مابین ہو یا دیگر افراد کے درمیان، چنانچہ میاں بیوی کے مابین اختلافات ختم کرانے کے بارے میں ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾ (8)

ترجمہ: "اور اگر تم (اوپر والوں) کو ان دونوں (میاں بیوی) میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہو گی تو اللہ تعالیٰ ان (میاں بی بی) میں اتفاق فرماویں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔"

اسی طرح اگر دو قبیلوں کے درمیان لڑائی، جھگڑا پیدا ہو جائے تو حسبِ مقدور تمام مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کے درمیان صلح کرا لیں، چنانچہ قرآن مجید میں یہی حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (9)

ترجمہ: "مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔"

مذکورہ آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ معاشرہ کے اندر اگر کسی کے مابین اختلافات ہو، لڑائی جھگڑا ہو تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے درمیان صلح کرے، اور ان کو جھگڑتے ہوئے نہ چھوڑیں۔ ظاہری بات ہے کہ لڑائی جھگڑے معاشرتی حسن کو سبوتاژ کر دیتی ہے، اسی وجہ سے قرآن مجید نے دو مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کی تاکید فرمائی، تاکہ معاشرتی امن وسکون برقرار رہے۔

{۳} مظلوم کی مدد

دینِ اسلام کی یہ خوبصورتی ہے کہ ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر مظلوم کی مدد کرنا اسلامی اور اخلاقی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ اگر کسی کا کوئی قریبی رشتہ دار ہی دوسرے پر ظلم کرے تو اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کے لئے اسے روکنا ضروری ہے۔ ایسا نہیں کہ رشتہ دار حق پر ہو یا ناحق پر، اس کا ساتھ دینا ضروری ہوتا ہے، بلکہ ہمیشہ حق کا ساتھ دینا چاہیئے۔ قرآن مجید میں ظالم کو ہاتھ سے پکڑ کر ظلم سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ (10)

ترجمہ: "پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے۔"

مذکورہ آیتِ کریمہ میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی گروہ دوسرے پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتا تو صاحب اقتدار کو اسے ظلم سے روکنے کے لئے قتال کرنا چاہیئے تاکہ زبردستی اسے ظلم سے روکا جائے۔

{۴} امر بالمعروف و نہی عن المنکر

دینِ اسلام کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ اس میں انسان کی صرف اپنی ذاتی اصلاح پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ حتی الوسع دوسروں کی اصلاح کا بوجھ بھی ہر مومن کے کندھے پر رکھا گیا ہے۔ ہر مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ خود نیک کام کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دے دیں اور خود برے کاموں سے بچنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی حسبِ مقدور برے کاموں سے روکنے کا انتظام کرے۔ قرآن مجید میں اس ذمہ داری کو کئی جگہ صراحتاً ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (11)

ترجمہ: "تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔"

اسی طرح ایک جگہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے ایک مخصوص جماعت کا ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(12)

ترجمہ: "اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہونگے۔"

مذکورہ آیات سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں پر اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کرانا بھی حسبِ استطاعت واجب ہے۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ معاشرہ انفرادیت کا نام نہیں بلکہ اجتماعیت سے تعبیر ہے۔ اگر بندہ خود نیک کردار ہو لیکن دوسروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کو گمراہی پر چھوڑ دیں تو معاشرہ صحیح معنوں میں درست نہیں ہو سکتا کیونکہ مجموعی طور پر معاشرتی حسن و خوبصورتی اسی میں مضمر ہے کہ بندہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی اصلاح کریں۔

{۵} نرمی اور خوش کلامی

قرآن مجید میں پوری انسانیت کے ساتھ خوش کلامی سے گفتگو کرنے کی تلقین کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ (13)

ترجمہ: "اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح (خوش خلقی سے) کہنا۔"

اسی طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کے پاس بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو نرمی کے ساتھ گفتگو کرنے کی ہدایت کی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ (14)

ترجمہ: "پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (برغبت) نصیحت قبول کرلے یا (عذاب الٰہی سے) ڈر جائے۔"

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں اور وقت کے انبیاء کو ایک بڑے کافر اور متکبر انسان کے پاس بھیجتے ہوئے ان کے ساتھ نرم بات کرنے کی تلقین فرماتے ہیں، تو جب ایک انتہائی متکبر انسان کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کی تلقین ہے تو عام انسانوں کے ساتھ نرم بات کرنے کی کتنی اہمیت ہو گی؟

مذکورہ آیات کریمہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسانوں کے ساتھ انتہائی شائستگی اور نرمی کے ساتھ گفتگو کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

{٦} سلام کرنا

قرآن مجید میں ملاقات کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ دو بندے جب آپس میں ملتے ہیں تو دوسرے حیوانات کی طرح تیور چڑھتے ہوئے نہیں، بلکہ خندہ پیشانی سے ایک دوسرے کے لئے دعا سلام کہتے ہوئے ملنا چاہیئے۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے کو سلام کہنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے، مثلاً جب کوئی گھر میں داخل ہوتا ہے تو اسے اپنے اہل و عیال پر سلام کہنے کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (15)

ترجمہ: پھر (یہ بھی معلوم رکھو کہ) جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو (جو کہ) دعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر ہے (اور) برکت والی چیز ہے (خدا تعالیٰ نے جس طرح یہ احکام بتلائے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)۔

مذکورہ آیتِ کریمہ میں سلام کا حکم دیتے ہوئے اس کا فائدہ بھی متعین کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حصولِ برکت کا ذریعہ ہے۔ سلام ایک جامع دعا ہے اور اس کے کہنے سے ہر قسم کی مصیبتیں اور تکالیف رفع دفع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جس کو سلام کیا جاتا ہے، قرن مجید نے اسے بھی حکم دیا ہے کہ سلام کا جواب بہتر طریقے سے دے، جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا﴾ (16)

ترجمہ: اور جب تم کو کوئی (مشروع طور پر) سلام کرے تو تم اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لیں گے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ جب ایک بندہ دوسرے کو سلام کرے تو اسے چاہیئے کہ سلام کا جواب بہتر طریقے سے دیں۔ یعنی سلام کہنے والے سے ایک جملہ زیادہ ادا کرنا چاہیئے یا کم از کم اسی کے مطابق تو ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ الغرض سلام کہنے سے آپس میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ معاشرہ خوش گوار بن جاتا ہے اور آپس کی نفرتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

{۷} مساوات کا درس

اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسان حضرت آدمؑ اور بی بی حواؑ کی اولاد ہیں۔ نسلی اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں۔ تمام انسان آپس میں برابر ہے۔ کسی کا کوئی حق نہیں کہ وہ دوسروں پر اپنی برتری جتلائے۔ البتہ عزت و شرافت کے لئے معیار تقویٰ رکھا گیا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے جتنا زیادہ ڈرے اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم ہے۔ قرآن مجید نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (17)

ترجمہ: "اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف خاندان بنایا ہے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔"

مذکورہ آیتِ کریمہ میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ تمام انسان نسلی طور پر حضرت آدمؑ و بی بی حواؑ کی اولاد ہے۔ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں، یہ قومیں اور قبائل صرف پہچان کے لئے ہیں۔ البتہ جس کے اندر تقویٰ کی صفت جس قدر زیادہ ہو اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر مساوات کا درس دیتے ہوئے یہی الفاظ دہرائے۔ الغرض اسلامی تعلیمات میں ذات پات کی کوئی گنجائش نہیں۔ نماز باجماعت کے دوران امیر و غریب ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر شانے سے شانہ ملاتے ہوئے اسی حقیقت کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر ان قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو معاشرہ جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

{۸} عفو و درگزر

عفو و درگزر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ برائی کرے تو آپ اس سے انتقام نہ لے بلکہ اللہ کی رضا کے لئے اسے معاف کرے۔ اسلامی تعلیمات میں عفو و درگزر کی حد درجہ تلقین کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بار بار اس تذکرہ کیا گیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ (18)

ترجمہ:"سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجئیے اور نیک کام کی تعلیم دیا کریں۔ اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئیے۔"

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (19)

ترجمہ:"اور چاہیے کہ یہ معاف کر دیں اور در گزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

مذکورہ آیاتِ کریمہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ قرآن مجید معاف کرانے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس طرح معاشرہ کے اندر ایک خوش گوار ماحول بن جاتا ہے۔ کسی سے غلطی ہو جائے اور مقابل اس کو معاف کرے، اس طرح اس کا دل جیت لیا جاتا ہے، جیسا کہ ایک آیتِ کریمہ میں اسی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ (20)

ترجمہ:" اور نیکی بدی برابر نہیں ہوتی (بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے تو اب) آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔"

یہ ایک تجرباتی حقیقت ہے کہ کسی کی غلطی معاف کرنے سے ضرور اس کے دل میں معاف کرنے والے کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معاف کرنے کے عمل سے معاشرے کے اندر نفرتیں محبتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور یوں معاشرہ سکون اور محبت کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

{۹}صلہ رحمی

اسلامی تعلیمات میں صلہ رحمی کی حد درجہ تلقین کی گئی ہے۔ صلہ رحمی کا مطلب ہے رشتہ کا خیال رکھنا، یعنی انسان کا جن لوگوں کے رشتہ ہوتا ہے اس کو اچھی طرح نبھانا اور ان کے غمی خوشی میں شریک ہونا اور ضرورت کے موقع پر ان کی مدد کرنا صلہ رحمی کہلاتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ رشتہ کا لحاظ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ﴾ (21)

ترجمہ:"اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔"

اسی طرح ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کو ان کا حق دینے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(22)

ترجمہ:" پھر قرابت دار کو اس کا حق دیا کر اور مسکین اور مسافر کو بھی یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

مذکورہ آیتِ کریمہ رشتہ داروں کو اُن کا حق دینے سے مراد اُن کی خبر گیری کرنا اُن کے غمی و خوشی میں شریک ہونا، ہر مشکل موقع پر اُن کی حتی الوسع مدد کرنا سب کچھ شامل ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ رشتہ توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی رحمت سے توڑتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾[23]

ترجمہ: "اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کو قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لیے اس جہاں میں خرابی ہوگی۔"

مذکورہ آیاتِ کریمہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ قرآن کریم کی نظر میں رشتہ داری نبھانے کو اہم مقام حاصل ہے۔ جو لوگ رشتہ کا خیال رکھتے ہیں، قرآن مجید میں ان لوگوں کی مدح کی گئی ہے، اس کے برعکس جو لوگ رشتہ توڑتے ہیں ان لوگوں کے لئے سخت وعید بیان کی گئی ہے اور ان لوگوں کے بارے میں یہاں تک بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں گے اور ان کے لئے بہت برا ٹھکانہ ہوگا۔ الغرض قرآن مجید نے رشتہ داروں کے ساتھ رشتہ نبھانے اور اُن کی خبر گیری کرنے کا تاکیداً حکم دیا ہے۔

{۱۰} جود وسخا

اسلامی تعلیمات کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مزید مال خرچ کرنے کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔ مال جمع کرنے اور اس کی محبت دل میں بسانے کی مذمت کی گئی ہے۔ نیکی کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ مساکین، فقراء اور دیگر ضرورت مند طبقوں میں اپنا مال تقسیم کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں اپنی ضرورت سے زائد مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ﴾ [24]

ترجمہ: "اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیر خیرات میں) کتنا خرچ کیا کریں آپ فرما دیجیے کہ جتنا آسان ہو اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو۔"

مولانا اشرف علی تھانوی نے مذکورہ آیت کریمہ کا ترجمہ کرتے ہوئے عفو کا معنی "آسانی" سے کیا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، جبکہ بعض مترجمین نے عفو کا معنی اضافی مال سے کیا ہے، یعنی جو ضرورت سے زیادہ ہو اس کو خرچ کرو۔ اسی طرح قرآن مجید میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کثرت سے مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور ان لوگوں کے لئے اجر عظیم اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا وعدہ فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [25]

ترجمہ: "جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکار (یعنی بلا تخصیص حالات) سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہونگے۔"

قرآن مجید نے ایک جگہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے اجر کا تذکرہ کرتے ہوئے بہترین مثال دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [26]

ترجمہ: "جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان (کے خرچ کیے ہوئے مالوں) کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جن میں (اور) ہر بال کے اندر سو دانے ہوں اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں۔"

مذکورہ آیاتِ کریمہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ قرآنی تعلیمات میں جود و سخا کی حد درجہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور مساکین و فقراء کی ہر ممکن مدد اخلاقی و اسلامی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ فقراء و مساکین کی مالی مدد کرنے سے اُن کے دلوں میں مالداروں کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، اُن کے دلوں سے حسد اور نفرت ختم ہو جاتی ہے، اور یوں معاشرہ کے اندر ایک خوش گوار ماحول جنم لیتا ہے۔

{۱۱} ایفائے عہد

کسی بھی مسلمان کے لئے وعدہ پورا کرنا ایک اہم اور لازمی امر قرار دیا گیا ہے کہ وہ جو بھی وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہی اسے زیب دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق بھی وعدہ پورا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ ایفائے عہد کی تلقین کی گئی ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾[27]

ترجمہ: "اور عہد (مشروع) کو پورا کرو بے شک (ایسے) عہد کی باز پرس ہونے والی ہے۔"

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ﴾ [28]

ترجمہ: "اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں کو اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں۔"

اسی طرح احادیثِ نبوی ﷺ میں وعدہ کی پابندی پر انتہائی زور دیا گیا ہے حتیٰ وعدہ کی پابندی نہ کرنے والے سے دین کی نفی کر دی گئی ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ «لَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ» [29]

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا "جس کا وعدہ نہیں اس کا دین نہیں۔"

مذکورہ آیتِ کریمہ اور احادیثِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیمات میں وعدہ کی پابندی پر انتہائی زور دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن اس کے بارے میں خصوصی سوال ہوگا۔ اور جو شخص وعدہ کا پاس نہیں رکھتا اس کے دین و ایمان کے منافی ہے۔ جس معاشرہ میں وعدہ خلافی نہ ہو اور ہر کوئی اپنے وعدے کا خیال رکھتا ہو، اس معاشرے میں لوگوں کا ایک دوسرے پر اعتماد برقرار رہتا ہے اور ہر کوئی امن و خوشحالی سے زندگی گزارتا ہے۔

رذائل سے پرہیز

یہاں تک جتنے بھی اوصاف کا تذکرہ کیا گیا وہ سب مثبت پہلوؤں کے تھے یعنی ان اوصاف کے اپنانے سے معاشرہ صحیح معنوں میں مثالی معاشرہ بن سکتا ہے اور اس کی خوبصورتی و مضبوطی کو مزید تقویت ملتی ہے۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے منفی رویے اور رجحانات بھی ہیں جو کہ مثالی معاشرہ کی تشکیل کے لئے ان سے بچنا ضروری ہے۔ یعنی انفرادی و اجتماعی طور پر اگر ان رذائل سے پرہیز کیا جائے تو ایک کامیاب معاشرہ وجود میں آسکتا ہے، ان میں سے چند اہم کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

{۱} تکبّر

تکبر کا مطلب ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر جاننا۔ باطنی گناہوں میں تقریباً ایک بڑا گناہ تکبّر ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اسی تکبّر کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ شیطان نے اسی وجہ سے سجدہ سے انکار کیا، قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ [30]

ترجمہ: "حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔"

اسی طرح قرآن مجید میں متعدد مقامات پر متکبرین کے لئے جہنم کا اعلان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:
﴿فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ (31)

ترجمہ: "سو جہنم کے دروازوں میں (سے جہنم میں) داخل ہو جاؤ (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو . غرض تکبر کرنے والوں کا وہ برا ٹھکانہ ہے۔"

الغرض تکبر کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور قرآن مجید نے اسے قطعی حرام قرار دیا ہے۔ تکبر کی وجہ سے معاشرہ کے اندر مختلف قسم کے فسادات پیدا ہوتے ہیں۔ طبقاتی تقسیم جنم لیتی ہے اور ذات پات جیسی بیماریاں معاشرہ کے اندر سرایت کر جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرتی حسن وخوبصورتی ناپید ہو جاتی ہے۔

{۲} حسد

حسد کا مطلب ہے کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر آدمی کے دل میں یہ تمنا ہو کہ یہ نعمت اُس سے زائل ہو کر مجھے حاصل ہو جائے۔ باطنی امراض میں یہ انتہائی مہلک مرض ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان کا جینا دوبھر ہو جاتا ہے اور نیکیوں کی توفیق ختم ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حسد کی مذمت کی گئی ہے۔ اس کی اشدیت کا اظہار کرتے ہوئے حاسد کی شر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (32)

ترجمہ: "اور حسد کرنے والے کے شر سے جب حسد کرنے لگے۔"

مذکورہ آیتِ کریمہ میں حاسد کی حسد سے پناہ مانگنے کی ترغیب ہے کہ مومنوں کو چاہیئے کہ وہ حاسد کی شر سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا پناہ مانگے۔ اس سے حسد کی اشدیت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے۔ حاسد بندہ جس کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھتا ہے تو وہ بے چین ہوتا ہے اور اس نعمت کی زوال کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ ایسا کرنے سے معاشرہ کے اندر نفرتیں ہی نفرتیں جنم لیتی ہیں، اور بسا اوقات یہ نفرتیں بڑھ کر کسی نہ کسی صورت ضرور رنگ لا کر رہ جاتی ہیں۔

{۳} جھوٹ بولنے سے پرہیز

اسلامی تعلیمات کے مطابق جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے اور ان سے بچنے کی انتہائی سختی سے تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر جھوٹ بولنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ذیل میں چند آیات بطورِ نمونہ درج کی جاتی ہیں، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴾(33)

ترجمہ: اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو۔

اسی طرح دوسری جگہ جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ (34)

ترجمہ: پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور سے کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں۔

مذکورہ آیات کریمہ سے جھوٹ کی قباحت خوب واضح ہو گئی۔ اسی طرح دیگر متعدد مقامات پر جھوٹ بولنے یا جھوٹی گواہی دینے کی حرمت بیان کی گئی ہے اور اسے کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔ جس معاشرے میں جھوٹ کا رواج پڑ جائے وہاں لوگوں کا آپس میں

اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ ہر کوئی دوسرے سے دھوکا کھاتا ہے اور معمولاتِ زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس سچ بولنے کی عادت انسان کی ساکھ بڑھاتی ہے ہر کوئی سچے انسان پر اعتماد کرڈالتاہے اور یوں معاشرہ خوش گوار بن جاتا ہے۔

{۴} تمسخر، طعنہ اور نام بگاڑنے کی ممانعت

قرآن مجید کی ایک آیتِ کریمہ میں ان تینوں بیماریوں کا یکجا تذکرہ کرتے ہوئے بڑی وضاحت کے ساتھ ان کی ممانعت بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (35)

ترجمہ: "اے ایمان والو نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو ۔ اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے اور جو (ان حرکتوں سے) باز نہ آوینگے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔"

کسی کا مذاق اُڑانا، طعنہ دینا یا نام بگاڑنا تینوں معاشرتی برائیاں ہیں ان کی وجہ سے آپس میں نفرتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اور معاشرہ کی حسن و خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید نے ان برائیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے تاکہ باہمی محبت برقرار رہے اور معاشرہ خوش گوار رہے۔

{۵} بدگمانی، تجسس اور غیبت سے پرہیز

اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ تینوں گناہ حرام ہیں: بدگمانی سے مراد یہ ہے کہ جب تک قوی ذرائع سے کسی کا عیب ثابت نہ ہو اُس کے بارے میں غلط اندازے نہیں لگانے چاہیئے۔ اسی طرح تجسس سے مراد کسی کے بارے میں خفیہ معلومات اکٹھا کرنا ہے جو کہ بلاضرورت حرام ہے۔ البتہ کسی کی اصلاح کی نیت سے خفیہ معلومات حاصل کرنا، مثلاً والدین کو اولاد کی حالات، حکومت کو رعایا کے حالات یا دشمن کے احوال کے بارے میں سراغ رسانی کرنا جائز ہے۔ ان کے علاوہ محض کسی کی بے عزتی اور راز افشائی کی نیت سے خفیہ معلومات حاصل کرنے کی اجازت نہیں۔ غیبت سے مراد یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کا ایسا تذکرہ کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو اسے برا لگے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے اور احادیث نبوی ﷺ کے مطابق زنا سے بھی مہلک ہے۔ الغرض قرآن مجید نے ایک ہی آیتِ کریمہ میں ان تینوں گناہوں سے بچنے کی تلقین فرمائی، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ (36)

ترجمہ: اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اسکو تو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ میں بدگمانی، تجسس اور غیبت سے بچنے کی انتہائی بلیغ انداز میں تاکید کی گئی ہے۔ غیبت کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس کی حرمت واضح کر دی۔ اسی طرح قرآن مجید میں کئی مقامات پر ان عیوب سے بچنے کی تلقین کی

گئی ہے تاہم اختصار کی غرض سے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بہر حال اگر ان قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو بہت سی معاشرتی ناہمواریاں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔

خلاصۃ البحث

پوری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن مجید ایک جامع اور عالمگیر پیغام ہدایت ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں قرآن مجید نے بنیادی اصول متعین نہ کئے ہو۔ چنانچہ معاشرت کے بارے میں بھی قرآن مجید نے جامع ہدایات دی ہیں۔ قرآن مجید نے انسانی عظمت و شرافت کو بہترین انداز میں اجاگر کیا ہے۔ ملنے جلنے کے آداب سے لے کر ہر کسی کے بنیادی حقوق تک کا احسن طریقے سے نشاندہی کی ہے۔ اخلاقِ حسنہ کو اپنانے اور رذائل اخلاق سے پرہیز کرنے کی تلقین کی ہے اور ان تمام اوصاف کو اپنانے کا حکم دیا ہے جو انسانیت کی فلاح و بھلائی کے ضامن ہیں اور ان تمام عیوب سے بچنے کی تلقین کی ہے جو معاشرتی بگاڑ کے سبب بنتے ہیں۔ الغرض قرآن مجید نے معاشرتی تعلیمات کماحقہ بیان فرمائی ہیں، جن پر عمل کرنے سے معاشرہ جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

حوالہ جات

(1) القرآن 4 /36 ۔

(2) صحیح مسلم، امام مسلم بن الحجاج،ابوالحسین ، القشیری ، نیشاپوری (م 261ھ)، محقق : محمد فواد عبد الباقی،داراحیاء التراث العربی بیروت، سطن، بَابُ بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ حدیث نمبر(55): 1 /74 ۔

(3) الاسراء 17/ 23 ۔

(4) لقمان 31 / 14۔

(5) البقرة 2 /228 ۔

(6) النساء 4 / 19 ۔

(7) النساء 4 / 34 ۔

(8) النساء 4 / 35 ۔

(9) الحجرات 49 / 10۔

(10) الحجرات 49 / 9 ۔

(11) آل عمران 3 / 110۔

(12) آل عمران 3 / 104 ۔

(13) البقرة 2 / 83 ۔

(14) طه 20 / 44 ۔

(15) النور 24 / 61 ۔

(16) النساء 4 / 86 ۔

(17) الحجرات 49 / 13۔

(18) الاعراف 7 / 199 ۔

(19) النور 24 / 22 ۔

(20) فصلت 41 / 34۔

(21) الرعد 13/ 21 ۔

(22) الروم 30 / 38 ۔

(23) الرعد 13 / 25 ۔

(24) البقرة 2 / 219 ۔

(25) البقرة 2 / 274 ۔

(26) البقرة 2 / 261 ۔

(27) الاسراء 17 / 34۔

(28) المعارج 70 / 32۔

(29) مسند الإمام أحمد بن حنبل، أحمد بن حنبل،(المتوفى: 241ھ)،محقق : شعیب الارنوؤط،عادل مرشد و دیگر،مؤسسة الرسالة ، ط اول2001م ،مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، حدیث نمبر (12383) : 19/375۔

(30) الاعراف 7 / 12 ۔

(31) النحل 16 / 29 ۔

(32) الفلق 113 / 5 ۔

(33) الحج 22 / 30 ۔

(34) آل عمران 3 / 61۔

(35) الحجرات 49 / 11۔

(36) الحجرات 49 /12 ۔